Research Journal
Tahqeeqat
جلد:5، شمارہ:1، 2026ء
eISSN: 2791-0342
pISSN: 2791-0334
ریسرچ جرنل
تحقیقات

عورت، فطرت اور قربانی: پہاڑی سفرناموں میں ماحولیاتی نسائی مطالعہ

Woman, Nature and Sacrifice: An Ecofeminist Study of Mountain Travelogues

Nafeesa Nazeer
PhD Scholar Department of Urdu, MY University, Islamabad
nafeesanazir4@gmail.com
Dr, Muhammad Waseem Anjum
Head of Urdu Department, MY University, Islamabad

نفیسہ نذیر
پی ایچ-ڈی اسکالر شعبہ اردو، مسلم یوتھ یونیورسٹی، اسلام آباد
ڈاکٹر محمد وسیم انجم
صدر شعبہ اُردو، مسلم یوتھ یونیورسٹی، اسلام آباد

Abstract

This paper examines the interrelationship between women, nature, and sacrifice in mountain travelogues from an ecofeminist perspective. It argues that in mountainous societies, women are not merely passive social actors but active, resilient, and indispensable figures who maintain a deep and continuous connection with their natural environment. Their everyday lives are marked by struggle, endurance, and sacrifice, shaped by difficult geographical conditions, limited resources, and demanding social responsibilities. Through close reading of travel writing, it becomes evident that women are often portrayed both as symbols of natural beauty and harmony and as individuals who negotiate physical hardship, economic burdens, and restrictive cultural traditions. The study further highlights that ecofeminist discourse helps in understanding how both women and nature are subjected to similar processes of marginalization, exploitation, and control. This shared experience establishes a symbolic as well as material connection between the two, where the oppression of nature parallels, the social constraints placed on women. In mountain communities, women play a crucial role in sustaining household economies, agricultural practices, and communal life. Their labor, patience, and resilience contribute not only to family survival but also to maintaining ecological balance and environmental sustainability. Thus, travel writers often construct women as powerful metaphors of endurance and ecological harmony. However, this representation also reveals the tension between romanticized portrayals of women as part of nature and their lived realities of hardship and constraint. Overall, the paper concludes that women in mountain travelogues embody both strength and vulnerability, and their representation contributes significantly to broader discussions on ecofeminism, cultural identity, and sustainable social order.

Keywords: *Ecofeminism, Women, Nature, Sacrifice, Mountain Societies, Travel Writing, Struggle, Cultural Identity*

کلیدی الفاظ: ماحولیاتی نسائیت، عورت، فطرت، قربانی، پہاڑی معاشرے، سفر نامہ نگاری، جدوجہد، ثقافتی شناخت

OPEN ACCESS HEC DRJI ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE اشاریہ اردو جرائد EuroPub

ماحولیاتی نسائیت دراصل ایک ایسا فکری اور ادبی زاویہ ہے جو عورت اور فطرت کے درمیان گہرے، فطری اور باہمی رشتے کو اجاگر کرتا ہے۔ اس تصور میں عورت کو محض مظلوم نہیں بلکہ ایک محافظ، تخلیق کار اور توازن قائم رکھنے والی قوت کے طور پر دیکھا جاتا ہے جو فطرت کے ساتھ ہم آہنگی میں جینے کا شعور رکھتی ہے۔ اس حوالے سے معروف ماحولیاتی مفکرہ Vandana Shiva لکھتی ہیں:

"Women's special knowledge of nature and their role in sustaining life has been systematically marginalized."(1)

اسی طرح Karen J. Warren ماحولیاتی نسائیت کی وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"Ecofeminism is a position that there are important connections between how one treats women, people of color, and the underclass on one hand and how one treats the nonhuman natural environment on the other."(2)

ماحولیاتی نسائیت محض ایک نظریہ نہیں بلکہ ایک مزاحمتی بیانیہ ہے جو عورت اور فطرت دونوں کے حقوق، بقا اور وقار کے لیے آواز بلند کرتا ہے۔ اسی طرح تانیثیت (فیمینزم) مردمرکزیت کے خلاف ایک فکری و سماجی ردِعمل کے طور پر سامنے آئی، جس کا مقصد عورت کو خود مختار اور باوقار وجود تسلیم کرانا اور اسے زندگی کے ہر شعبے میں مساوی مواقع فراہم کرنا ہے۔ اس نقطۂ نظر کے مطابق عورت اور فطرت کا تعلق صرف حیاتیاتی نہیں بلکہ تہذیبی، جذباتی اور فکری بھی ہے، جو دونوں کے رشتے کو ایک مثبت اور بامعنی قوت کے طور پر پیش کرتا ہے اور موجودہ سماجی و ماحولیاتی بحرانوں کے حل کی طرف رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ مرد کے مقابلے میں عورت کا فطرت سے تعلق نہ صرف زیادہ گہرا ہوتا ہے بلکہ اس کی نوعیت بھی ایک منفرد اور حساس انداز لیے ہوئے ہوتی ہے۔ عورت اور فطرت کے اسی باطنی اور ہمہ گیر رشتے کی ترجمانی محمد اقبال اپنے مخصوص فکری اسلوب میں یوں کرتے ہیں:

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں(3)

اس شعر میں علامہ محمد اقبال نے عورت کے کردار اور اس کی اہمیت کو نہایت بلیغ اور مؤثر انداز میں اجاگر کیا ہے۔ وہ عورت کو محض ایک فرد کے طور پر نہیں بلکہ زندگی اور کائنات کی رونق کا بنیادی سرچشمہ قرار دیتے ہیں۔ عورت کا فطرت سے تعلق محض خارجی نہیں بلکہ ایک گہری داخلی وابستگی پر مبنی ہوتا ہے۔ وہ زمین، موسموں اور قدرتی عناصر کے ساتھ ایک فطری ہم آہنگی رکھتی ہے، اسی لیے اکثر اسے زمین کے استعارے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ دونوں میں

برداشت، تخلیق اور نمو کی مشترکہ خصوصیات پائی جاتی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ عورت کی جدوجہد بھری زندگی میں فطرت اور ماحول کا کردار نہایت اہم اور ہمہ گیر حیثیت رکھتا ہے:

"عورت کھیتوں میں سارا سارا دن کام کرتی ہے پھولوں کو پسند کرتی ہے سبزہ زاروں سے لگاؤ رکھتی ہے اور یہ پہلو / جذبہ ایک مرد کی نسبت عورت میں زیادہ ہے۔ زمین کو ماں ،مادر ارض دھرتی ماتا اسی نسبت سے کہا جاتا ہے کہ زمین اور عورت میں چند صفات مشترک ہیں۔Ecofeminist نظریہ خواتین کی جدوجہد اور تمدنی ارتقا میں فطرت اور ماحول سے اس کے گہرے اور بامعنی رشتے کو تسلیم کرنے کا نام ہے۔"(4)

عورت اور فطرت کے درمیان تعلق محض جذباتی یا علامتی نہیں بلکہ ایک گہری سماجی و تہذیبی حقیقت ہے۔دیہی زندگی میں عورت کھیتوں، پانی کے ذرائع، پودوں اور جانوروں کے قریب رہ کر فطرت کے ساتھ مسلسل ربط میں رہتی ہے۔ یہ قربت اسے قدرتی وسائل کی قدر، ان کے متوازن استعمال اور ماحول کے تحفظ کا شعور عطا کرتی ہے۔ یوں عورت نہ صرف ماحول کے ساتھ ہم آہنگ زندگی گزارتی ہے بلکہ اس کے بقا اور توازن میں بھی ایک فعال اور مؤثر کردار ادا کرتی ہے۔ اسی بنا پر مختلف معاشروں میں عورت کو فطرت کی محافظ اور زندگی کو سنوارنے والی قوت کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔اس ضمن میں شبنم گل رقم طراز ہیں:

"ایکو فیمینزم فطرت کو ایک زندہ، متحرک، اور نسوانی وحدت کے طور پر دیکھتا ہے۔ زمین، دریا، درخت، بارش، مٹی اور آسمان یہ سب عورت کے داخلی شعور کے استعارے بن جاتے ہیں۔ عورت جب اپنے آپ کو فطرت سے جوڑتی ہے تو وہ صرف ایک علامتی عمل نہیں بلکہ ایک سیاسی علانیہ ہے۔"(5)

اسی فکری پس منظر میں ماحولیاتی تانیثیت (Ecofeminism) یہ نظریہ پیش کرتی ہے کہ عورت اور فطرت دونوں ایک ہی طرح کے سماجی، معاشی اور فکری استحصال سے گزرتے رہے ہیں اور ان کی نجات ایک دوسرے سے مربوط ہے۔ماحولیاتی اور نسائی شعور اردو ادب میں مختلف اسالیب کے ذریعے سامنے آتا ہے جہاں فطرت کو محض منظر نہیں بلکہ ایک زندہ تجربہ اور معنوی حقیقت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔اسی طرح اردو تنقید اور فکری روایت میں بھی یہ رجحان

نمایاں ہے کہ عورت کو محض گھریلو دائرے تک محدود نہیں کیا گیا بلکہ اسے فطرت، معاشرت اور تخلیقی عمل کے ساتھ مربوط انداز میں دیکھا گیا ہے۔ بقول ڈاکٹر شاکرہ نندنی:

> "جب کسی معاشرے میں عورت کو ایک مکمل انسان سمجھا جاتا ہے، تو وہاں علم، اخلاق اور ثقافت پروان چڑھتی ہے۔ عورت کے لیے تعلیم، خود ارادی، اور اظہارِ رائے کی آزادی اس کی فطری ترقی کا ذریعہ ہے۔ اسی طرح گھر کے اندر اس کی رائے، اس کی مرضی اور اس کے جذبات کا احترام ایک صحتمند خاندان کی بنیاد ہے۔"(6)

اردو ادب، خصوصاً سفر نامہ نگاری میں، بعض لکھاریوں نے نسائیت کے مختلف پہلوؤں کو اپنے مشاہدات میں نمایاں کیا ہے۔ ان تحریروں میں عورت کو کبھی سماجی کردار، کبھی فکری علامت اور کبھی فطرت کے قریب ایک حساس وجود کے طور پر پیش کیا گیا ہے، جس کے ذریعے معاشرتی رویّوں اور انسان و ماحول کے تعلق کو اجاگر کیا جاتا ہے اگرچہ اردو سفر ناموں میں نسائی شعور اور ماحولیاتی حسیت کم دکھائی دیتی ہے، مگر جب یہ یکجا ہوتی ہیں تو عورت کو ایک فکری مرکز کے طور پر سامنے لاتی ہیں۔ اس کی ایک مثال سلمٰی اعوان کا سفر نامہ میرا گلگت و ہنزہ ہے، جہاں فطرت اور انسانی جذبات کو اس طرح باہم جوڑا گیا ہے کہ عورت اور فطرت کا تعلق ایک مشترکہ حسن اور ہم آہنگی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے:

> "چودہ سالہ جوان بیٹی گلاب کا مہکتا پھول تھی جس کی مسحور کن خوشبو نے اندر باہر کے سارے گند پر ایک پردہ سا ڈال دیا تھا؟"(7)

یہاں عورت اور فطرت کے درمیان گہری ہم آہنگی دکھائی گئی ہے جہاں چودہ سالہ لڑکی کو گلاب کے پھول سے تشبیہ دے کر اسے فطرت کا تسلسل قرار دیا گیا ہے۔ گلاب کی نرمی اور خوبصورتی کی طرح یہ لڑکی بھی تخلیق، معصومیت اور حیات بخش توانائی کی علامت بنتی ہے۔ ماحولیاتی نسائیت کے مطابق عورت اور فطرت دونوں میں پرورش اور تطہیر کی مشترکہ صلاحیت موجود ہوتی ہے جو اس اقتباس میں خوشبو کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ جیسے پھول کی خوشبو ماحول کو متاثر اور پاکیزہ بناتی ہے اسی طرح اس لڑکی کی موجودگی بھی اپنے گرد کے ماحول پر مثبت اثر ڈالتی ہے۔

سلمیٰ اعوان اپنے سفر نامے میں عورت کی فطرت سے مناسبت، ماحول سے انسیت اور جدوجہد کے بارے میں یوں لکھتی ہیں:

"درختوں اور سبزہ زاروں سے یہ بستیاں جنت نظیر وادی کے روپ میں جلسہ فگن تھی۔۔۔خواتین کھیتوں میں کام کر رہی تھیں، حسین و جمیل لڑکیاں مختلف سرگرمیاں سرانجام دینے میں مگن تھیں۔ وہ مختلف ٹولیوں کی شکل میں سکول کو جا رہی تھی اور دوپہر کو تھکی ہاری واپس آرہی تھی۔ شام کو سکھیاں مل کر دریا کے کنارے بیٹھ کر خوش گپیوں میں مصروف ہو جاتی تھی۔ کسی کے ہاتھ میں موبائل تھا کسی کے ہاتھ میں اسکول کی کوئی کتاب وغیرہ کوئی اپنے کمرے میں کوئی درخت کی چھت پر اور کوئی خفیہ جگہ بیٹھ کر اپنے رفیق حیات سے موبائل پر بات چیت کرنے میں مگن تھی۔"(8)

سلمیٰ اعوان نے ایک عورت کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اپنے سفر نامے میں بالخصوص درج بالا اقتباس میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ جہاں عورت، فطرت اور روزمرہ زندگی کی جدوجہد ایک دوسرے کے ساتھ مربوط دکھائی دیتے ہیں۔ یہاں بستیاں جنت نظیر وادی کے طور پر پیش کی گئی ہیں جو اس بات کی علامت ہے کہ فطری ماحول اور انسانی زندگی کے درمیان ہم آہنگی موجود ہے۔ کیونکہ فطرت بھی اِسی انسان کے لیے پیدا کی گئی اور اِسے نکھارتا بھی انسان ہی ہے۔ عورت فطرت سے الگ نہیں بلکہ اسی کے اندر سانس لیتی ہوئی ایک جیتی جاگتی حقیقت ہے۔ سلمیٰ اعوان نے عورت کو ایک متحرک اور فعال کردار کے طور پر بھی دکھایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عورت فطرت کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر نہ صرف اپنی بقا یقینی بناتی ہے بلکہ اجتماعی زندگی کے تسلسل میں بھی بنیادی کردار ادا کرتی ہے:

"مکئی اور گندم کے کھیت اور درختوں کے سلسلے اور مکانات پھر جیسے اس منظر میں سڑک کے کنارے چلتی چند کیلاشی لڑکیاں ابھری اجلی رنگت سیاہ پیرہن رنگ رنگیلے موتیوں ہاروں سے مزین گھنیری راتوں میں جیسے چاند چمکے۔"(9)

عورت کی اہمیت کسی بھی معاشرے میں مسلمہ ہے، کیونکہ وہ گھر، خاندان اور سماجی ڈھانچے کی بنیاد سمجھی جاتی ہے۔ اس کا لباس، زیورات اور پُراعتماد انداز اس کی ثقافتی وابستگی اور روایت سے جڑت کو ظاہر کرتا ہے۔ عورت محض فطرت کا حصہ نہیں بلکہ اس کی خوبصورتی اور توازن کو بڑھانے والی ایک فعال قوت ہے جو ماحول میں زندگی اور رنگ بھرتی ہے۔ اپنی

محبت، خلوص اور خاندانی وابستگی کے ذریعے وہ نہ صرف فردی سطح پر بلکہ اجتماعی طور پر بھی ایک متوازن اور پائیدار سماجی نظام کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ مصنفہ ایک ادھیڑ عمر عورت کی ممتا، کفایت شعاری کے متعلق اسی سے سوال کرتی ہے:

"اماں جب آپ کا جی چاہتا ہے اٹھتی ہیں بیگ کندھے سے لٹکاتی ہیں اور نکل بھاگتی ہیں ۔۔۔بھاپ اڑاتی چائے میں زہر گھل گیا، میری ممتا اس گلاب چہرے کو ان کھٹنائیوں اور دشواریوں میں کبھی ڈالنے کے لیے تیار ہو گی جنہیں میں نے اپنا نصیب کر لیا ہے۔۔۔کہ اس کے اندر کی کنجوس اور کفایت شعار عورت ایک عورت ایک وقت کا کھانا بچا کر پبلک ٹرانسپورٹ سے کبھی لفٹ لے کر، کبھی پیدل سفر کر کے اپنے حسابوں توڑ جوڑ کر کے اعداد و شمار کی روشنی میں بڑی سرشاری محسوس کرتی ہے۔"(10)

عورت بھی فطرت کی طرح حساس اور زندہ دل ہوتی ہے، جو کھلی فضا، سیر وسیاحت اور سکون کی متلاشی ہے مگر اکثر اسے اپنی خواہشات کو دبانا پڑتا ہے۔ اس کے اندر کا یہ کرب اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ عورت بھی ایک مکمل انسان ہے جس کے جذبات اور ضروریات کو سمجھنا بے حد ضروری ہے۔ ایک عورت اپنی خواہشات قربان کر کے گھر اور بچوں کی ضروریات کو ترجیح دیتی ہے حتیٰ کہ اپنی سہولتوں کو کم کر کے بھی دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کرتی ہے۔ اس کی یہی خوبی اسے مضبوط اور باوقار بناتی ہے:

"مرد تو قدیم اور جدید ہر سوسائٹی ہر معاشرے ہر تہذیب میں ہمیشہ ٹلے پر چڑھا رہا۔ بیچاری عورت زمانوں سے پچ رہی۔ نیچے کے معاشرے میں آج بھی پاؤں کی جوتی ہے جب چاہا پہنی جب چاہا اتار پھینکی۔"(11)

سفرنامہ نگاری میں عورت کی تصویر کشی اکثر دو انتہاؤں کے درمیان گھومتی رہی ہے مگر کیلاشی معاشرے کے تناظر میں مصنفہ اس روایت سے ہٹ کر عورت کی اصل سماجی حیثیت اور اس پر ہونے والے عملی جبر کو اجاگر کرتی ہیں۔ ایک طرف عورت کو نسل کی بقا اور معاشرتی تسلسل کا بنیادی ذریعہ تسلیم کیا جاتا ہے مگر دوسری طرف اسے بنیادی سہولتوں، بہتر خوراک اور سازگار ماحول سے محروم رکھا جاتا ہے جو ایک واضح تضاد کو ظاہر کرتا ہے۔

اس حوالے سے ڈاکٹر عرش کاشمیری کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

> "سفر نامہ نگاروں نے سفر ناموں میں عورت کے کئی روپ پیش کیں۔ کہیں جنسی نفسیات کی پیاسی، کلبوں اور قحبہ خانوں کی نمائش، رنگین جسموں کی رعنائیاں، تو کہیں جبر و استحصال کی آڑ میں جکڑی ہوئی اور سسکتی ہوئی بے جان عورت کے حسین روپ ادب کے حوالے کیں۔"(12)

جہاں سلمٰی اعوان کے ہاں عورت کو فطرت کے ساتھ ہم آہنگ ایک فعال اور محنت کش وجود کے طور پر پیش کیا گیا ہے، وہیں مستنصر حسین تارڑ اپنے سفر نامے "چترال داستان" میں کالاشی معاشرے کی تہذیبی اور سماجی ساخت کو بیان کرتے ہوئے عورت سے جڑے مخصوص رسم و رواج کو نمایاں کرتے ہیں۔ تارڑ کے ہاں عورت صرف ایک فرد نہیں بلکہ ایک ثقافتی علامت کے طور پر سامنے آتی ہے جس کے گرد مذہبی عقائد، تہوار، لباس، اور معاشرتی رویے تشکیل پاتے ہیں۔ مستنصر حسین تارڑ کے بیانیے میں ایک طرف ثقافتی انفرادیت اور رنگا رنگی کا بیان ہے، تو دوسری طرف ان رسوم کے اندر پوشیدہ تضادات بھی جھلکتے ہیں، جو عورت کی حیثیت کو بیک وقت نمایاں بھی کرتے ہیں اور محدود بھی:

> "اگر کسی عورت کا شوہر وفات پا گیا ہو تو اس صورت میں وہ 40 دن ایک گھر کے اندر ہی محصور رہتی ہے اور کسی سے بھی بات چیت کرنے سے اجتناب کرتی ہے۔
> گھر سے بھاگ کر شادی کا رجحان چترال میں عام ہے۔۔۔ لیکن اس کے لیے جرمانے کے طور پر اس کے سابقہ شوہر کو اس کی شادی کے اخراجات ادا کرنا پڑتے ہیں۔"(13)

شمالی علاقہ جات کے بعض معاشروں میں عورت کی زندگی گہری طور پر رسم و رواج کے حصار میں بند دکھائی دیتی ہے جہاں اس کی شناخت اور کردار زیادہ تر روایت کے طے کردہ دائروں کے اندر ہی متعین ہوتے ہیں۔ بظاہر وہ فطرت کے قریب، کھلے ماحول میں سانس لیتی نظر آتی ہے، مگر عملی طور پر اس کی آزادی مختلف سماجی پابندیوں سے مشروط ہوتی ہے۔ شادی، طہارت، رہائش اور معاشرتی میل جول سے متعلق رسوم اس کی روزمرہ زندگی کو اس انداز سے ترتیب دیتی ہیں کہ وہ اکثر اپنی ذاتی خواہشات اور انفرادی شناخت کو پسِ پشت ڈالنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ یوں عورت بیک وقت معاشرے کا اہم ستون بھی ہے اور انہی رسوم و قیود کی اسیر بھی، جو اسے مکمل طور پر خود مختار انسان کے طور پر ابھرنے نہیں دیتیں۔

اس ضمن میں مستنصر حسین تارڑ اس متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کالاش میں ایک روایت ہے کہ جن خواتین کے ایام کے دن ہوتے ہیں انہیں وہ مدت یہاں ایک بادشاہی گھر میں گزارنی ہوتی ہے کہ وہ ناپاک ہوتی ہیں۔ اس طور اگر کسی خاتون کا بچہ ہونے والا ہو تو وہ اپنا گھر چھوڑ کر ایک بادشاہی ریسٹ ہاؤس میں آکر استراحت فرمانے لگتی ہے اس کے لواحقین اسے تین وقت کا کھانا پہنچائیں گے یہی وہ بچہ جنے گی شاید جنے گی یا مر جائے گی۔"(14)

کالاش معاشرے میں عورت کے جسمانی اور حیاتیاتی مراحل کو ایک مخصوص مذہبی و سماجی تصور کے تحت دیکھا جاتا ہے، جہاں ایامِ مخصوصہ یا زچگی کے دوران اسے ناپاکی کے تصور کے تحت "باشالی" میں منتقل کر دیا جاتا ہے اور وہ یہ وقت تنہائی میں گزارتی ہے۔ یہ روایت ایک طرف ثقافتی عقیدے کی عکاسی کرتی ہے مگر دوسری طرف عورت کی صحت، تحفظ اور جذباتی آسودگی کے حوالے سے کئی سوالات بھی پیدا کرتی ہے۔ اسی طرح شمالی علاقہ جات کے معاشروں میں عورت ایک بنیادی سماجی و ثقافتی حیثیت رکھتی ہے، جس کی جھلک مستنصر حسین تارڑ کے سفرناموں میں بھی ملتی ہے، تاہم ان کے ہاں عورت کی پیشکش اکثر جمالیاتی زاویے تک محدود رہتی ہے، جہاں اس کے حسن اور فطرت سے ہم آہنگی کو نمایاں کیا جاتا ہے مگر اس کی سماجی جدوجہد اور داخلی پیچیدگیاں نسبتاً پس منظر میں چلی جاتی ہیں، یوں ان کے بیانیے میں نسائیت کا پہلو کسی حد تک یک رُخی محسوس ہوتا ہے:

"میں نے سنا تھا کہ اس کولے کی عورتوں کے بدن سونے سے پگھل جاتے ہیں لیکن وہ عورت تھی ابھی کچی ہریاول اور پانیوں کی پہلی روانی والے موسموں میں تھی، وہ ڈری ہوئی تھی اور میں نے صرف یہ دیکھنے کے لیے کہ کیا واقعی اس کا بدن سفید دودھ سے بنا ہے آگے بڑھ کر اس کے پہناوے کے گلے کو نیچے کیا اور وہ دودھ تھی۔"(15)

مستنصر حسین تارڑ رتی گلی کے لوگوں کے رسم و رواج، شادی بیاہ اور روزمرہ زندگی کا ذکر کرتے ہوئے خواتین کے کردار کو خاص اہمیت دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ عورت گھریلو اور معاشرتی دونوں سطحوں پر سرگرم نظر آتی ہے اور خاندانی نظام کی بنیاد سمجھی جاتی ہے۔ شادی بیاہ کی تقریبات میں اس کی شرکت نمایاں ہوتی ہے، جہاں وہ روایات کو زندہ رکھنے میں مرکزی کردار ادا کرتی ہے۔ تاہم ان تمام ذمہ داریوں کے باوجود وہ روایتی حدود کی پابند بھی رہتی ہے، جس

سے اس کی حیثیت بیک وقت فعال بھی دکھائی دیتی ہے اور محدود بھی۔ عورتوں کے اس محدود کردار کے متعلق ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> "دولہاوادی کاغان کے کسی گاؤں کا تھا جو آزاد کشمیر کے آس پاس کی بستی میں منتظر کسی دوشیزہ کو بیاہنے جارہا تھا۔ وہ سب ہمارے آس پاس سے گزر گئے۔ مردوں نے تو ہمیں بہت دلچسپی سے دیکھا عورتیں جو بکریوں کی مانند چلی آرہی تھی انہوں نے ہمارے قریب سے گزرتے ہوئے گھونگٹ نکال لیے ہم سے ذرادور ہوئیں تو پھر سے بکریاں ہو گئیں بے پرواہ ہو گئیں۔"(16)

مستنصر حسین تارڑ رتی گلی کے لوگوں کی روزمرہ زندگی، شادی بیاہ اور سماجی رویوں کو بیان کرتے ہوئے وہاں کے مخصوص تہذیبی انداز کو نمایاں کرتے ہیں۔

مجموعی طور پر شمالی علاقہ جات کے معاشروں میں عورت ایک اہم مگر متضاد حیثیت رکھتی ہے۔ وہ ایک طرف خاندانی نظام کی بنیاد، روایت کی محافظ اور معاشرتی تسلسل کا ذریعہ ہے، جبکہ دوسری طرف انہی رسوم ورواج اور سماجی بندشوں کے باعث اس کی آزادی اور خود مختاری محدود رہتی ہے۔ اس کا فطرت سے تعلق، محنت اور عملی کردار اسے ایک مضبوط وجود کے طور پر ظاہر کرتا ہے، مگر سماجی ڈھانچہ اس کی مکمل صلاحیتوں کے اظہار میں رکاوٹ بنتا ہے، یوں وہ طاقت اور مجبوری دونوں کی علامت بن جاتی ہے۔ ادبی سطح پر سلمیٰ اعوان اور مستنصر حسین تارڑ جیسے سفر نامہ نگاروں نے ان پہلوؤں کو مختلف انداز میں پیش کیا ہے۔ کہیں عورت فطرت سے ہم آہنگ جفاکش کردار کے طور پر سامنے آتی ہے اور کہیں اس کے گرد موجود سماجی پیچیدگیاں نمایاں ہوتی ہیں، تاہم بعض اوقات اس کی پیشکش میں جمالیاتی اور منظر نگاری کے پہلو زیادہ غالب آجاتے ہیں، جس سے اس کی داخلی جدوجہد پس منظر میں چلی جاتی ہے۔ اس کے باوجود یہ سفر نامے اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ شمالی علاقوں کی عورت ایک متحرک اور مسلسل جدوجہد کرنے والی ہستی ہے، جسے سمجھنے کے لیے اس کے سماجی اور ثقافتی تناظر کو گہرائی سے دیکھنا ضروری ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

1. Shiva, Vandana. Staying Alive: Women, Ecology and Development. London: Zed Books, 1988, p.13
2. Warren, Karen J. Ecofeminist Philosophy: A Western Perspective on What It Is and Why It Matters . Lanham, MD: Rowman & Littlefield, 2000, p.17
3. اقبال، محمد۔ کلیاتِ اقبال اردو۔ اشاعت دوم۔ لاہور: سروسز بک کلب، جنوری 1975ء، ص94

4. قنیجی، نسترن احسن۔ ایکو فیمینزم اور عصری تانیثی افسانہ۔ کراچی: کتب تاجران، سن اشاعت ندارد، ص46
5. گل، شبنم۔ "ایکو فیمینزم: عورت، فطرت اور وجودی بقا کا مکالمہ"۔ ہم سب آن لائن، 2025ء
6. نندنی، شاکرہ، ڈاکٹر۔ "فطرت کے توازن میں ایک مکمل وجود"۔ شمارہ عروض، 2025ء، ص45
7. اعوان، سلمیٰ۔ میرا گلگت و ہنزہ۔ لاہور: الفیصل ناشران و تاجران کتب، سن اشاعت ندارد، ص32
8. ایضاً، ص82
9. اعوان، سلمیٰ۔ سندر چترال۔ لاہور: فیصل ناشران و تاجران، سن اشاعت ندارد، ص42
10. ایضاً، ص12
11. ایضاً، ص53
12. کاشمیری، عرش، ڈاکٹر۔ "اردو سفرناموں میں تانیثی تھیوری کا اطلاق"۔ اردو ریسرچ جرنل، شمارہ 21 (2020ء): ص49
13. تارڑ، مستنصر حسین۔ دیوسائی۔ لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، سنِ اشاعت ندارد، ص212
14. تارڑ، مستنصر حسین۔ سنو لیک۔ لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، سنِ اشاعت ندارد، ص22
15. تارڑ، مستنصر حسین۔ رتی گلی۔ لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، سنِ اشاعت ندارد، ص246
16. ایضاً، ص163

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Roman Havalajat

1. Vandana Shiva, Staying Alive: Women, Ecology and Development (London: Zed Books, 1988), p.13
2. Karen J. Warren, Ecofeminist Philosophy: A Western Perspective on What It Is and Why It Matters (Lanham, MD: Rowman & Littlefield, 2000), p.17
3. Muhammad Iqbal, Kulliyat-e-Iqbal (Urdu), 2nd ed. (Lahore: Services Book Club, January 1975),p.94
4. Nasreen Ahsan Fathi, Ecofeminism aur Asri Taneesi Afsana (Karachi: Kutub Tajiran, n.d.), p.46
5. Shabnam Gul, “Ecofeminism: Aurat, Fitrat aur Wujudi Baqa ka Mukalma,” Hum Sub Online, 2025
6. Dr. Shakira Nandini, “Fitrat ke Tawazun mein Aik Mukammal Wajood,” Arooz, 2025,p. 45
7. Salma Awan, Mera Gilgit wa Hunza (Lahore: Al-Faisal Nashiran wa Tajiran-e-Kutub, n.d.), p.32
8. Ibid., p.82
9. Salma Awan, Sundar Chitral (Lahore: Faisal Nashiran wa Tajiran, n.d.), p.42
10. Ibid., p.12
11. Ibid., p.53
12. Dr. Arsh Kashmiri, “Urdu Safarnamon mein Taneesi Theory ka Itlaq,” Urdu Research Journal, no. 21 (2020),p.49
13. Mustansar Hussain Tarar, Deosa,i Lahore: Sang-e-Meel Publications, n.d, p.212
14. Mustansar Hussain Tarar, Snow Lake,Lahore: Sang-e-Meel Publications, n.d, p.22
15. Mustansar Hussain Tarar, Ratti Gali (Lahore: Sang-e-Meel Publications, n.d.), p.246
16. Ibid, p.163